

# کتابوں سے الگ مطالعہ

وشال گپتا

**اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ جانے والے طلباء میں سے بڑا گروپ ہندوستانی طلباء کا ہے جن کی تعداد ۰۸-۲۰۰۷ میں ۹۳,۵۰۰ تھی۔**

بشمول ویشل گپتا



ہے (مجھے وسط مغربی امریکہ کو اچھی طرح دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا اور امریکی کلچر اور زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ جب میں نے ایک طالب علم کی حیثیت سے وہاں زندگی شروع کی تو مجھے معلوم تھا کہ اس یونیورسٹی اور ہندوستان کے درمیان قدیم تاریخی تعلقات ہیں۔ اس یونیورسٹی میں بہت برسوں سے سنسکرت پڑھائی جا رہی تھی۔ یونیورسٹی کی ایگزیکٹو کا نام سویتا تھا جو کہ سنسکرت میں سورید پوتنا کا نام ہے۔

یونیورسٹی کی ڈیپٹی لائبریری ویب سائٹ میں بتایا گیا ہے کہ ”تحقیق سے معلوم ہوا کہ ۱۸۹۳ میں طلباء نے اس یونیورسٹی کا جو نام تجویز کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایسا نام چاہتے تھے، جو سننے میں بھلا لگتا ہو۔ مزید برآں ایڈیٹروں کو اس نام کا سنا اور سننے میں آواز پسند آئی۔ غالباً طالب علم ایڈیٹروں کو پروفیسر جیس شانن بلیک ویل کے ذریعہ اس نام کا خیال آیا جو اس یونیورسٹی میں ۱۸۸۶ سے ۱۸۹۷ تک سامی اور جدید زبانوں کے پروفیسر تھے، جو سنسکرت کے طالب علم سمجھے جاتے تھے۔ سویتا کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۳ میں اور آخری ایڈیشن ۲۰۰۶ میں شائع ہوا۔

میزوری یونیورسٹی نے ہندوستان کی آزادی کے بعد کے ابتدائی برسوں میں اڑیسہ میں ایک زراعتی یونیورسٹی کے قیام میں بھی حصہ لیا۔

شاید ہندوستان اور امریکہ کے تعلیمی نظاموں کے درمیان سب سے نمایاں فرق تعلیمی ذمہ داریوں کے معاملے میں مرکز سے آزادی کی حدوں کے معاملے میں ہے یعنی امریکہ میں وہ آزادی جو اساتذہ کو اپنے نصاب مرتب کرنے اور پڑھانے کے معاملے میں حاصل ہے، شعبہ کے ارکان کو اپنے طریقے سے پڑھانے کی آزادی ہے، نصاب کی وجہ سے

**امریکی** یونیورسٹیوں میں داخلے کا عمل عموماً طویل لیکن ضابطوں کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ کارروائیاں جماعتوں میں پہلے دن سے کوئی ایک سال قبل شروع ہو جاتی ہیں۔ داخلے کے لیے درخواست گزاری کا عمل بعض معیاری ٹسٹوں کی تیاری اور ان میں شرکت سے شروع ہوتا ہے جیسے کہ جی آر ای یا جی ایم اے ٹی اور ٹی او ای ایف ایل۔ اس کے بعد یونیورسٹیوں کی فہرست بنائی جاتی ہے، درخواستیں تیار کی جاتی ہیں، تعلیمی تفصیلات اور سفارشاتیں حاصل کی جاتی ہیں اور ٹیوشن اور دیگر ضرورتوں کے لیے رقم اکٹھا کی جاتی ہے۔ اس تمام کارروائی کے دوران طلباء عام طور سے یہ غلطی کرتے ہیں کہ یونیورسٹی کے مدارج پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے ہیں اور یونیورسٹی اور اپنے مقاصد اور نصب العین کے درمیان اچھے ربط کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر بہت سے پروگراموں کے لیے مساجیوس کی ہارورڈ یونیورسٹی کو اولین درجہ دیا جاتا ہے، لیکن سب کے لیے تو یہ اتنی ہی موزوں نہیں ہے۔ امریکہ میں چار ہزار سے زیادہ یونیورسٹیاں اور کالج ہیں، اس لیے ہندوستانی طلباء کے لیے یہ بات بڑی اہم ہے کہ ایسے ادارے کا انتخاب کریں جو ان کے حالات سے مطابقت رکھتا ہو۔

امریکہ میں میری طالب علمی کا بڑا حصہ میزوری یونیورسٹی (۲۰۰۲ تا ۲۰۰۶) میں گزارا تو کچھ عرصے تک بن اسٹیٹ یونیورسٹی (۲۰۰۱ تا ۲۰۰۲) میں انجینئرنگ کا طالب علم رہا، نبراسکا یونیورسٹی میں (۲۰۰۶ تا ۲۰۰۸) اور (۲۰۰۸) سے نیویارک کی پنکھٹن یونیورسٹی کے بزنس اسکول کی فیکلٹی کارکن ہوں۔ میزوری یونیورسٹی میں (جو ایم یو یا میزوکے نام سے مشہور

## مزید معلومات کے لئے:

بنگھم ٹن یونیورسٹی، نیو یارک کی اسٹیٹ یونیورسٹی

<http://www2.binghamton.edu/>

میزوری یونیورسٹی

<http://www.missouri.edu/>

مڈوکی گمشدہ یادیں

<http://www.voxmagazine.com/stories/2009/07/15/mizzous-missing-memories/>

تدریس کے طریقوں اور نصابات میں زیادہ نیا پن آتا ہے اور جدتیں پیدا ہوتی ہیں۔

دنوں تعلیمی نظاموں کے درمیان ایک اور اہم فرق یہ ہے کہ امریکہ میں طلباء کو عام طور سے کام کا کچھ تجربہ ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر وہ کسی فاسٹ فوڈ ریسٹوران یا ڈپارٹمنٹ اسٹور میں جڑوقی کام کر لیتے ہیں۔ دوسری طرف ہندوستانی طلباء دوسرے بہترے ملکوں کے طلباء کی طرح عملی دنیا میں کوئی کام کیے بغیر ہی اسکول اور کالج کی تعلیم جاری رکھتے ہیں، نتیجہ کے طور پر امریکی طلباء اصولی نظریات اور عملی حالات کے درمیان اچھی طرح رابطہ پیدا کر لیتے ہیں جبکہ ہندوستانی طلباء کو زیادہ تعلیم اور ریاضی میں صلاحیتیں بڑھانے کا موقع ملتا ہے جس کے لیے زیادہ وقت اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔

امریکہ میں قیام کے ابتدائی دنوں میں ہمیں نے محسوس کیا کہ عام طور سے امریکہ کے لوگ ہندوستان کے متعلق دو چیزیں جانتے ہیں، ایک تاج محل اور دوسرے مہاتما گاندھی۔ حالیہ برسوں میں بنگلور اور آڈنٹ سورسنگ سے واقفیت کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی ہے کہ امریکہ جانے والے ہندوستانی خود ہندوستان کے بارے میں کتنا کم جانتے ہیں جو اپنے ملک کے متعلق دانشمندانہ جوابات دے سکیں۔ غالباً اس کی ایک اہم وجہ امریکہ اور ہندوستان کے تعلیمی نظاموں کے درمیان فرق ہے۔ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم بنیادی



ٹین کی 10 ویں سالہ شاہینہ

زراعت کا مطالعہ کرنے کے لیے امریکہ گئے ہوئے تھے لکھا کہ: ”مقامی لوگوں سے ملنا ملانا تمہاری تعلیم کا حصہ ہے۔ صرف زراعت کے متعلق معلومات حاصل کر لینا کافی نہیں ہے۔ تمہارے لیے امریکہ کو جاننا بھی ضروری ہے لیکن اگر امریکہ کو جاننے کے دوران کوئی اپنی ہی شناخت کھو بیٹھے اور ایک امریکی بننے کی کوشش کے جال میں پھنس جائے اور ہر ہندوستانی چیز کو تحقیر کی نظر سے دیکھنے لگے تو مفضل کرے میں ہی رہنا بہتر ہے۔“

بیرونی ملک میں رہنے والے بیشتر لوگ نیگور کے اس دانشورانہ مشورے کی تائید کریں گے۔ بد قسمتی سے امریکہ میں اکثر و بیشتر ہندوستانی طلباء ان انتہاؤں میں سے کوئی ایک اختیار کرتے ہیں۔ کچھ تو الگ تھلگ رہتے ہیں اور مقامی لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے نہیں اور کچھ دوسرے مقامی لوگوں سے ہر طرح کھل مل جاتے ہیں اور خود اپنی پہچان اور اصل کو بھول جاتے ہیں۔ نیگور کے مشورے کے مطابق طلباء کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ امریکہ کے مقامی کچھرا کا احتیاط اور توجہ کے ساتھ تجزیہ کریں اور اس کو سمجھیں لیکن اپنی اصل شناخت کو برقرار رکھیں۔



وشال گپتا، اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک، بنگھم ٹن کے اسکول آف مینجمنٹ میں اسٹریٹیجی کے اسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

اوپر: میزوری یونیورسٹی کے کیمپس میں طلباء اپنے شور گائیڈ کی باتوں کو غور سے سنتے ہوئے۔  
دائیں: نیویارک کی بنگھم ٹن یونیورسٹی



مشہورہ دکن پینال



حاصل کرنے میں مقامی لوگوں کی مدد کریں گے۔ انھیں مقامی کچھرا اور طرز معاشرت کو سمجھنے کی بھی خاص طور سے کوشش کرنا چاہیے۔ نوبل انعام یافتہ راہنبر ناتھ نیگور نے اپنے داماد کو جو

**امریکی یونیورسٹیوں میں داخلے کا عمل عموماً طویل لیکن ضابطوں کے مطابق ہوتا ہے جو کلاس شروع ہونے کے پہلے دن سے تقریباً ایک سال پہلے شروع ہوتا ہے۔**

طور پر اپنے منتخب کردہ علمی میدان میں زیادہ عمیق مطالعے کے گرد گھومتی ہے۔ دوسری طرف امریکہ میں انڈرگریجویٹ تعلیم بڑے وسیع نصابیات کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کے بعد اپنی پسند کے کسی مطالعاتی میدان میں کئی چھوٹے چھوٹے کورس کیے جاسکتے ہیں۔ اس لیے ہندوستانی طلباء کے لیے ضروری ہے کہ اپنے خصوصی مضمون کے علاقوں کے باہر کی بھی بہت ساری چیزیں پڑھیں اور اپنی معلومات میں ایسی وسعت پیدا کریں جس سے انھیں خود اپنے ملک کے متعلق سوالات کا دانشندانہ جواب دینے میں مدد ملے۔

مزید براں بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے والے ہندوستانی طلباء سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ہندوستان کے متعلق معلومات